معاہدۂ یہود علمی نقطۂ نظر سے

تکملۂ بحث

(۳)

از جناب شمس العلماء مولانا عبدالرحمٰن صاحب پروفیسر دہلی یونیورسٹی

شمس العلماء مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے مضمون "تکملۂ بحث" کی یہ تیسری قسط ہے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ ایک قسط اور لکھیں لیکن مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی گرفتاری سے متاثر ہو کر آپ نے ہم کو تیسری قسط کے ساتھ جو ایک خط لکھا تھا اُس میں یہ بھی تحریر فرما دیا تھا کہ "موجودہ حالات میں جو خدا کرے جلد ہی بکام دوستاں ختم ہو جائیں میں کچھ مناسب نہیں جانتا کہ یہ قسط شائع کی جائے" لیکن چونکہ مولانا یہ قسط لکھ چکے تھے اور بحث سراسر علمی ہی ہے اس لیے ہم اس قسط کو برہان میں شائع کرتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ اب اس سلسلہ میں آئندہ کوئی مضمون شائع نہیں ہوگا۔ "برہان"

جناب مولوی صاحب نے پہلی بات کو اس طرح نظر انداز فرمایا گویا وہ میری تحریر میں آئی ہی نہیں دوسری بات کی بابت ارشاد ہوا کہ "یہ نص کیسے ہو گیا۔ قبائل زیر بحث میں سے نام کسی کا اس میں کہاں ہے" میں جناب مولوی صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا نص ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جس کے حق میں کوئی آیت آئے، اُس کا نام بھی اُس میں آنا چاہیے۔ کیا ظاہر کی طرح مفسر نص ہی کی قسم نہیں، سورۂ حشر نازل ہوئی تو کیا تمام مدینہ والوں کو عین الیقین نہیں تھا کہ یہ آیات خسران مآل نضیری یہود کے حق میں اُتری ہیں؟ کیا ا

ؔ یہ مثال ہم نے اس لیے لی ہے کہ جناب مولوی صاحب اپنے مضمون میں اس کا اعتراف فرما چکے ہیں ورنہ قرآن کریم میں بکثرت ایسی آیا

ت میں کہیں بنی النضیر کا نام آیا ہے۔ جب یہ آیات بحق بنی النضیر نص ہیں، اور لاریب نص ہیں تو وہ آیات
یں نے پوری پوری سورہ بقرہ سے نقل کی ہیں۔ کیوں ان لوگوں کے حق میں نص نہ ہوں جن کے حق میں آئیں
ین کو مدینہ کے لوگ برای العین دیکھتے رہے تھے کہ وہ خود اپنے آدمیوں کو نکالتے اور جب قید ہو کر ان کے
آتے تو ان کو فدیہ دے کر چھڑاتے تھے۔ اور کفار (مشرکین یثرب) کے مقابلہ میں بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے اور
ے والے نبی کے انتظار میں ساعت شماری کیا کرتے تھے۔ اور اپنی فتح وکامیابی کی آس لگائے بیٹھے تھے جب
یہ بالا آیتیں نازل ہوئیں دال بر واقعات ہونے کی بنا پر مدینہ کے لوگوں کے لیے وہ نص ظاہر ہوئیں پھر انہی
ینہ کے لوگوں سے اس نص کی حقیقت بروایت متصل واسطہ در واسطہ ہم تک پہنچی اس لیے یہ آیات ہمارے
نص معتبر ٹھہریں۔ چونکہ ہم نے ان کو برای العین دیکھ کر نہیں بلکہ بدلیل نص سمجھا ہے۔ ہم نے ان کو نص صریح
علاوہ حجۃ وبرہان بھی کہا۔ یہ ہمارا فہم ہے اگر غلط ہے جناب مولوی صاحب سمجھا دیں، ہمارے حال پر حیرت
تعجاب فرمانے اور ہمیں تحدی وچیلنج کا ملزم ٹھہرانے سے تو کچھ حاصل وصول ہوتا نہیں۔

مذکورہ بالا تحقیق وتفصیل کے بعد ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ جناب مولوی صاحب
طریق حصر یہ فرمانا صحیح نہیں کہ آیات سورہ بقرہ میں (جو ہم نے نقل کی ہیں) جو "بنی اسرائیل" آیا ہے اُس کا
داق تاریخ ہی متعین کریگی، ہمارے نزدیک یہ تعین قرآن عزیز نے بھی کیا، جیسا کہ ہم بیان کر چکے۔ اور
یخ بھی کر رہی ہے مگر کونسی تاریخ؟ تاریخ کا لفظ مبہم ہے۔ ایک تاریخ تاریخ کی کتابیں ہیں جو قدیم
دہم تک پہنچی ہیں، اور ایک تاریخ وہ واقعات وروایات ہیں جن سے کتب تاریخ مرتب ہوئی
۔ تمام اور عام مفسرین کی نسبت جناب مولوی صاحب کا یہ خیال کہ انہوں نے "بنی اسرائیل" کی
مرتبہ کتب تاریخ سے کی ہے۔ صحیح نہیں، قرآن کی تفسیر مرتب کتب تاریخ سے پہلے کی چیز ہے۔ اقدم
ین ابن عباس، قتادہ اور سدی جو آیات زیر بحث کے مفسر ہیں اُن کے زمانہ میں کوئی مرتب تاریخی کتاب
تھی۔ اس قسم کے تاریخی واقعات کتب تاریخ میں خود انہی جیسے حضرات کی بدولت آئے ہیں۔ یہی

حضرات کہتے ہیں کہ جن آیات سے ہم بحث کر رہے ہیں ان کا مصداق بنوقینقاع، بنی النضیر اور قریظہ تھے اُ
کے ہمعصروں میں سے اگر کوئی اوثق راوی کسی اور کو آیاتِ زیر بحث کا مصداق بتاتا ہے تو جناب مولوی
صاحب وہ ہمیں بتادیں۔ ہم اِن کی روایت کو چھوڑ کر اُس کی روایت کو اختیار کرلینگے ورنہ اِن کے مقابلہ میں یعقو
و مسعودی کا مرتبہ معلوم۔

یہ بھی جناب مولوی صاحب کا فرمانا خلاف واقع ہے کہ حافظ ابن کثیر امام رازی، سید محمود آلوسی
اور ابوحیّان اندلسی جیسے جلیل القدر مفسرین نے اپنی تفاسیر میں بنوقینقاع، بنوالنضیر اور قریظہ کا تعین نہیں کیا
ہے۔ جناب مولوی صاحب ذرا ان حضرات کی تفاسیر کے محولہ ذیل صفحات ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ تفسیر القرآن العظیم للحافظ ابن کثیر۔ ص ۱۲۰ جلد اوّل

۲۔ تفسیر کبیر جلد ثانی للامام الرازی۔ ص ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۶۔

۳۔ روح المعانی جلد اوّل للآلوسی۔ ص ۲۸۱، ۲۸۹

۴۔ البحر المحیط جلد اوّل لابی حیان الاندلسی۔ ص ۲۹۱۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔

غرض آیات واذ اخذنا میثاقکم لا تسفکون ـــــ ثم انتم ھؤلاء تقتلون اور لما جاءھم کتٰب
من عند اللہ جو بنی اسرائیل کے تحت میں آئی ہیں نص ظاہر بھی ہیں اور نص مفسّر بھی اس باب میں کہ
جن یہود کا ان میں ذکر ہے وہ بنوقینقاع، بنوالنضیر اور قریظہ ہی تھے اور اسرائیلی بھی۔ اس کے علاوہ تاریخی
وادبی روایات سے بھی ان کا اسرائیلی ہونا ثابت ہے۔

حُیَیّ بن اخطب نضیری قریظہ والوں کے ساتھ قتل ہونے لگا تو اُس نے کہا۔ ایھا الناس
انہ لا باس بامر اللہ۔ کتاب وقدر وملحمۃ کتب اللہ علی بنی اسرائیل[1]۔ اتنا جناب مولوی صاحب خود
بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بنوقینقاع، بنوالنضیر اور قریظہ کو اولاد اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) ہونے کا دعویٰ
تھا۔ ہمارے نزدیک مرتے ہوئے کا دعویٰ نسب مشکل سے غلط ہوسکتا ہے۔ فرض کیجیے وہ بھی غلط ہو

[1] الروض الانف سیرت ابن ہشام ص ۱۹۸

...ثبوت لیجیے۔ جن دنوں یہ یہود قتل وجلاوطن ہوئے انہی دنوں یا ان کے آس پاس مشرک و یہودی مسلمان شاعروں میں باہم نوک جھونک ہوئی بعض بعض شعر ان کے ملتے ہیں وہ بھی ان قبائل کی (جو رشتہ دار نہ تھے) اسرائیلیت کی تائید کرتے ہیں۔

عباس بن مرداس اپنے ایک قصیدے میں یہود کو یاد کرکے فرطِ غم میں کہتا ہے۔ یہ خیال رہے شاعر خود یہودی نہیں بلکہ ابھی مشرک ہے۔

نبكِ بني هارون واذكر فعالهم وقتلهم للجوع اذ كنت مجدبا

محوت صريح الكاهنين وفيكم لهم نعم كانت على الدهر ترتبا

کعب بن مالک یا عبداللہ بن رواحہ نے جوابی قصیدے میں کہا:-

لعمري لقد حكت رحى الحرب بعد ما اطارت لؤيا قبل شرقا ومغربا

بقية آل الكاهنين وعزها فعاد ذليلا بعد ما كان اغلبا

فطاح سلام وابن سعية عنوة وقيد ذليلا للمنايا ابن اخطبا

صریح کی مناسبت سے وفاء الوفا کی ایک روایت اور سن لیجیے حیث یقول۔ فبلغ قولهم ...ظة والنضير وهم المعنون بالصريح لانهم من بني كاهن بن هارون۔ یہ وفاء الوفاء علامہ سمہودی کی کتاب ہے جس سے جناب مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ جب مدینہ میں یہود آکر بسے تو ان کے بیس سے زیادہ قبائل تھے۔ جناب مولوی صاحب کی غرض اس لکھنے سے یہ ہے کہ یٰبنی اسرائیل کا خطاب صرف بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ کو نہیں ہے۔ مدینہ میں یہود کے بہت سے قبیلے تھے۔ خطاب میں سب شامل ہیں" میں نے کبھی اور کہیں یہ نہیں کہا کہ یا بنی اسرائیل کا خطاب مذکورۂ بالا قبائل سے مخصوص ہے۔ میں نے دو باتیں کہی ہیں اول یہ کہ آیات واذ اخذنا میثاقکم لاتسفکون ــ ثم هؤلاء تقتلون۔ ... جاءهم كتب من عند الله اصلاً انہی قبائل کے حق میں آئی ہیں۔ مولوی صاحب کو اس سے انکار ہے

اور فرماتے ہیں کہ فلاں مفسرین نے تو یہ تخصیص نہیں کی ہیں علی الرغم جناب مولوی صاحب انہی کی کتابوں کے صفحات اوپر لکھ چکا ہوں۔ جناب مولوی صاحب دیکھ لیں۔ دوسری بات میں نے یہ کہی تھی کہ مدینہ میں اسرائیلی یہود کے یہی تین قبیلے رہتے تھے۔ جناب مولوی صاحب کا ارشاد ہے اور وفاء الوفا کی بنا پر ہے کہ اسرائیلی یہودی جب مدینہ آئے تو اُن کے بیس سے بھی زیادہ قبیلے تھے۔ ہونگے۔ میں بیس نہیں چالیس ماننے کو تیار ہوں، لیکن جناب مولوی صاحب یہ باتیں فرماتے ہیں، ان کے مدینہ میں آنے کے زمانہ کی۔ اور میں ذکر کر رہا ہوں رسول اللہ کے مدینہ میں تشریف لانے کے آس پاس کا جس کے متعلق خود اسی کتاب وفاء الوفاء میں ہے۔" قد تقدم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان قد وادع الیھود وکانوا یرجعون الی ثلاث طوائف بنی قینقاع والنضیر وقریظۃ (وفاء الوفاء ص ۱۹۷) یرجعون کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ کے بعض اسرائیلی یہودی قبیلے اور ناموں سے بھی موسوم تھے لیکن حقیقت میں سب انہی تینوں قبیلوں میں سے کسی ایک کی شاخ تھے یا باوجود شاخ نہ ہونے کے انہی میں شمار ہوتے تھے۔ جیسے بنی ہدل بنی عمرو وغیرہ نضیر و قریظہ میں سے نہیں نکلے تھے لیکن انہی میں شمار ہوتے تھے[1]۔ رہے بنی قینقاع، ان کی بابت حافظ ابن حجر کا قول ہے،" یہ لوگ یوسف علیہ السلام کی اولادیں تھے[2]۔

ان تمام دلائل کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ بنی اسرائیل کے مصداق کی تخصیص و تعمیم، بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ کو ماں کی طرف سے اسرائیلی بتانے، اور اس کے ثبوت میں کعب بن اشرف کے نسب کو مثال میں لانے کی بحث جسے جناب مولوی صاحب نے بشد و مد تمام لکھنے کی کوشش کی ہے، سب خود بخود حرف غلط بن کر نا قابل التفات ہو جاتی ہے۔ اس لیے میں اسے اور اس کے بعض جزئیات کو عمداً چھوڑتا ہوں[3]۔ جناب مولوی صاحب فرماتے ہیں " اگر مان بھی لیں کہ بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ واقعی اسرائیلی تھے

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد دوم برحاشیہ الروض الانف ص ۷، ۱۹۷ وفاء الوفا ص ۱۱۳ [2] وفاء الوفا ص ۱۱۵۔

[3] ناظرین برہان نومبر ۱۹۴۹ء ص ۳۸۲ سے ۳۸۴ ذرا ملاحظہ فرمائیں اور پھر برہان اپریل ۱۹۵۰ء ص ۲۰۰ کو بھی بس تفاوت رہ از کجاست

ب بھی پروفیسر صاحب کا یہ مغالطہ علمی تحقیق کے قطعاً خلاف ہے کہ یہ قبائل اس زیر بحث معاہدہ میں داخل نہ تھے
س معاہدہ میں داخل تھے اور ضرور داخل تھے۔ جیسا کہ ہم ارباب سیر، محدثین مفسرین اور مورخین کے حوالوں سے
ت کر چکے ہیں۔ مگر پروفیسر صاحب علماء اسلام کے اس اجماع کی پروا نہ کرتے ہوئے کہتے ہیں "مجھے کوئی عہدنامہ
ں تک میری نظر ہے، تاریخ وسیرت کی کتابوں میں ایسا نہیں ملا جس کو میں رسول اللہ اور یہود کے مذکورہ
قبائل کا باہمی عہدنامہ کہ سکوں اس لیے اب میرے نزدیک ان قبائل اور رسول اللہ کا باہم معاہد ہونا تین
رتوں میں سے کسی ایک صورت پر ہوگا۔[۱]

اول یہ کہ یہ قبائل پہلے سے اوس وخزرج کے (الگ الگ) حلیف تھے جب اوس وخزرج بالاتفاق
ل اللہ کے حلیف بنے تو دستور وقت کے موافق اُن کے حلیف یعنی یہ اسرائیلی یہودی قبائل بھی آپ کے
و حلف میں داخل ہو گئے۔ میرے اذعان میں یہی بات صحیح ہے۔

دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان اسرائیلی قبائل میں باہم کوئی عہدنامہ تو ہوا لیکن
وہ کتابوں میں نہیں پایا جاتا۔ یہ بات بھی ممکن اور قرین قیاس ہے اور مجھے اس سے انکار نہیں۔...

تیسرے یہ کہ نامۂ زیر بحث ہی رسول اللہ کا وہ عہدنامہ ہے جس میں مہاجرین وانصار اور یثرب کے
ے یہود داخل تھے خواہ وہ اسرائیلی تھے یا غیر اسرائیلی۔

جناب مولوی صاحب ان تینوں صورتوں میں سے پچھلی دونوں صورتوں کو قطعاً نا مذکور
ر صرف صورت اول کو ذکر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں "علمی بحث میں پروفیسر صاحب کا یہ (مغالطہ آمیز)
رے لیے تو بہت ہی عجیب اور تکلیف دہ ہے۔ معاہدہ زیر بحث کو نظر انداز کر کے تاریخ وسیرت کی
میں معاہدہ کی تلاش کی ضرورت تو جب پیش آنی چاہیے تھی کہ کسی نے یہ دعویٰ کیا ہوتا کہ اس نامہ

ب مولوی صاحب نے ان تین صورتوں کا نام تو لیا ہے لیکن ان سب کا ذکر نہیں فرمایا۔ یہاں میرے دوسرے مضمون
فرماتے ہیں لیکن صورت اول میرے پہلے مضمون سے لی ہے۔ اس ترک واختیار میں جو مصلحت ہے اُس کو وہ
۔ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھے مغالطہ کار ٹھہرانے کے لیے یہ گنجائش پیدا کی ہے۔ بہرحال یہ تینوں شقیں خود میں نے نقل کر دی ہیں

کے علاوہ کوئی اور عہد نامہ بھی ہے۔ میں (جناب مولوی صاحب) نے تو یہ لکھا تھا کہ علمائے اُمت کا اس پر اجماع ہے، اتفاق ہے کہ یہ معاہدہ تمام یہود مدینہ سے ہوا ہے مگر جناب ہیں کہ جمہور کے اس اجماع کے نہ صرف مخالف رائے رکھتے ہیں، بلکہ ذخیرہ روایات میں تلاش کرتے ہیں کہ نامبردہ قبائل سے کوئی اور معاہدہ ہوا ہے یا نہیں، ان هٰذا لشیئٌ عجاب"

مجھے افسوس ہے کہ جناب مولوی صاحب کو میرے طرزِ تحریر سے تکلیف پہنچی مگر اُمید ہے کہ ان شاء اللہ اب جلد ہی یہ تکلیف تسکینِ خاطر سے بدل جائیگی۔ رہا مغالطہ یا طرز مغالطہ آمیز اُس کی نسبت مجھے اتنا کہنا ہی چاہیے کہ اگر کسی کو نامۂ زیرِ بحث معاہدہ با تمام یہود نہ معلوم ہوتا ہو اور بدلائل نہ معلوم ہوتا ہو۔ اور جس اجماع کے آپ مدعی ہیں وہ بھی اُس کی نگاہ میں اجماع نہ ہو، وہ اگر اس صورت میں کسی واقعی معاہدہ کی جستجو کرنے لگے تو کیا غلطی یا برائی کرتا ہے۔ اور کس طرح مغالطہ کا مرتکب قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہاں میں مغالط اور میرا بیان مغالطہ آمیز ہو جاتا اگر میں نامۂ زیرِ بحث کو زیرِ بحث نہ لاتا اور اُس کو اپنی بحث کی ایک شق نہ بناتا۔ اس پر بھی جناب مولوی صاحب مجھے مغالط اور میری تحریر کو مغالطہ آمیز فرماتے ہیں تو اس کی وجہ تو بتاتے۔ رہا دعویٔ اجماع تو اس کی حقیقت عنقریب معلوم ہو جائیگی۔

جناب مولوی صاحب اپنی سابقہ دلائل کو جو پہلے مضمون میں پیش فرمائی تھیں ابھی تک ساطع و قاطع تصور کیے جاتے کے ساتھ ساتھ اب جدید منصوص و معقول دلائل کا ان پر اضافہ فرماتے ہیں اور اس سلسلہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں[1]۔

> اگر بالفرض ان تینوں قبائل کا معاہدہ اس (نامۂ مبارک) کے علاوہ تھا، جیسا کہ پروفیسر صاحب کی بیان کردہ دوسری صورت سے ظاہر ہوتا ہے تو اس کی عبارت نہ سہی کم از کم اس کے ہونے ہی کا صاف صاف ثبوت پیش کرنا چاہیے، ورنہ محض قیاسی اٹکل سے یہ کہہ دینا کہ وہ ضائع ہو گیا ہوگا یا ذکر نہ ہوا۔ ایسی

[1] اختصارِ مضمون کی خاطر ہم نے جناب مولوی صاحب کی دلیل معقول کو دلائل منقول پر مقدم کر لیا ہے۔

صورت میں کس طرح قابل توجہ ہو سکتا ہے جب کہ سلف سے خلف تک جمہور علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہو کہ قبائل ثلثہ سے جو معاہدہ ہوا ہے وہی ہے جو کتب مسطورہ میں مذکور ہے"۔

لیجیے صاف صاف ثبوت لیجیے جو آخر ہمیں اسی تلاش کی بدولت ملا جسے جناب مولوی صاحب نے حیرت نگاہ سے دیکھا اور اس کے بارے میں ھذا الشئ عجاب فرمایا تھا۔ اسی تلاش سے ہمیں اپنی ایک غلطی معلوم ہوئی س کو اب تک اذعان جانا تھا وہ وہم نکلا۔ اور امکان کا اقرار سزاوار اذعان ہو گیا[1]۔ یعنی صحیح یہ ہے کہ رائیلی یہود اور رسول اللہ میں معاہدے ہوئے اور وہ انہی عہد ناموں کی رو سے معاہد رسول اللہ تھے نہ حلیف س و خزرج۔ لیکن نامۂ زیر بحث کا معاہدہ رسول اللہ با تمام یہود ہونا غلط ہی رہا، جیسا آئندہ معلوم ہوگا، بہر حال صاف صاف ثبوت کے لیے سیرت ابن ہشام میں غزوۂ احزاب (خندق) کو دیکھیے اس میں ملیگا۔

"قال ابن اسحٰق وخرج عدو اللہ حیی بن اخطب النضری حتی اتی کعب بن اسد القرظی صاحب عقد بنی قریظة وعهدهم وكان قد وادع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی قومہ و عاقدہ علی ذلک وعاھدہ فلما سمع کعب بحیی بن اخطب اغلق دونہ باب حصنہ فاستاذن علیہ .... قال ویحک یا حیی انک امرؤ مشؤم وانی قد عاھدت محمدا فلست	ابن اسحاق نے کہا۔ دشمن خدا حیی بن اخطب نضیری چلا اور قرظی کعب بن اسد کے ہاں آیا جس کی سیادت میں قریظہ نے رسول اللہ سے عہد باندھا تھا اور جس نے اپنی قوم کی طرف سے آپ کے عہد نامہ کیا تھا۔ جب کعب نے حیی کا آنا سنا تو قلعہ کا دروازہ بند کرا دیا۔ جوں توں اجازت لے کر وہ اندر گیا، تو کعب نے اس سے کہا تو نحس قدم ہے اور میں محمدؐ سے عہد کر چکا ہوں۔ میں اپنے اور اس کے درمیان کے عہد کو نہ توڑونگا، گر وہ برابر

[1] برہان جنوری سنہ ۱۹۶۳ء ص ۵۶-۶۳-۶۴۔

يناقض ما بيني وبينه فلم يزل حُيَي	اُس کو پھسلاتا رہا، یہاں تک کہ کعب نے
بكعب يفتله في الذروة والغارب	عہد توڑ ڈالا اور اس سے بری ہوگیا
حتى نقض كعب بن اسد عهده و	جو اس کے اور رسول اللہ کے مابین تھا۔
برى مما كان بينه وبين رسول الله	
صلى الله عليه وسلم	

شاید جناب مولوی صاحب فرمانے لگیں کہ ابن مردویہ سے ایک روایت آئی ہے اور بخاری کی حدیث سے جو بنی نضیر کے باب میں ہے ایک حد تک اُس کی تائید ہوتی ہے "کہ بنی نضیر رسول اللہ کے حکم پر جلاوطنی پر راضی نہ ہوئے تو آپ نے مسلمانوں کو ساتھ لے کر اُن کا محاصرہ جا کیا۔ دوسرا دن ہوا تو اُن کا محاصرہ چھوڑ کر قریظہ کی بستی اور اُن کے قلعوں کو جا گھیرا ان کی شرارت و شیطنت کی خبر آئی ہوگی مگر اُنھوں نے آپ سے عہد و پیمان کر کے جان بچالی، دوسرے دن آپ نے پھر سے بنی نضیر کا محاصرہ کیا، یہاں تک کہ آخر وہ ترک وطن پر راضی ہو کر کچھ خیبر کو اور بیشتر شام کو چلے گئے"۔ ہوسکتا ہے کہ ابھی بھی جس معاہدہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ کعب بن اسد نے اس محاصرہ کے دوران میں کیا ہو۔

یہ احتمال ہوسکتا ہے لیکن حقیقت میں غلط اور باد ہوا ہے۔ واقدی کی مغازی میں غزوہ بنو نضیر بتمامہ پڑھیے روئے کار سے پردہ اٹھ جائیگا

ابھی بنی النضیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام ہی پہنچا تھا کہ خیر اسی میں ہے کہ گھر بار وطن کو خیرباد کہو اور جدھر جی چاہے نکل جاؤ۔ جو غداری تم نے سوچی تھی اور اللہ نے اُس کی ہمیں خبر کردی۔ اس کے بعد تم کو یہاں رہنے نہیں دیا جاسکتا۔ ان الارض للہ ورسولہ۔ ابھی ہاں ناں کا جواب اُنھوں نے نہیں دیا تھا کہ راس المنافقین عبداللہ بن ابی کا پیام حُیَی بن اخطب کو پہنچا جو بنی نضیر کا سردار تھا کہ خبردار ترک وطن پر ہاں نہ کرلینا میں اپنی جمعیت کے ساتھ مدد کو تیار ہوں۔ قریظہ بھی آخر تمہارا بھائی ہے وہ بھی تمہاری مدد

گا۔ اور خود بھی کعب بن اسد سے جو قریظہ کا سردار تھا درخواست کی کہ بنی نضیر کی امداد کا وقت ہے میں بھی مدد دونگا، تم بھی کوتاہی نہ کرنا۔ اُس نے کہلا بھیجا کہ قریظہ میں سے تو ایک آدمی بھی اپنے عہد کو توڑنے والا نہیں ینقض من بنی قریظۃ رجل واحد العھد۔ ابن مسکم نے حیی بن اخطب کو سمجھایا اور حکم سے سرتابی نہ کرنے کی صلاح دی تو یہی کہا۔ کعب کہہ چکا ہے لا ینقض من بنی قریظۃ رجل واحد العھد وانا حیی۔ نتیجہ ان حالات والفاظ سے نکلتا ہے کہ بنی قریظہ واقعۂ بنی النضیر سے پہلے بھی معاہد رسول تھے اور بسیادت کعب بن اسد ہی معاہد تھے یعنی معاہدہ بین رسول اللہ اور بین کعب بن اسد القرظی منعقد ہوا تھا، جیسا کہ معاہدات کا دستور ہے۔ اسی عہد کی خلاف ورزی کی بابت ابو عبید نے لکھا ہے۔ وانما استحل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دماء بنی قریظۃ لمظاھرتھم الاحزاب علیہ وکانوا فی عھد منہ فرای ذلک نقضا لعھدھم وان کانوا لم یقتلوا من اصحابہ احداً [1]

ابو عبید کے ان الفاظ سے بھی یہ اور معلوم ہوا کہ مسئلہ فیما نحن فیہ میں جہاں کہیں عہد اور نقض عہد کا لفظ آیا ہے اُس سے ایسا ہی معاہدہ مُراد ہے جیساکہ رسول اللہ اور بنی قریظہ میں بریاست کعب ابن اسد ہوا تھا ولا غیر۔

عہد معاہدے زبانی بھی ہوتے ہیں اور تحریری بھی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کعب بن اسد میں باہم جو معاہدہ ہوا تھا وہ معلوم ہوتا ہے تحریری تھا، چنانچہ ابن کثیر نے لکھا ہے: فعند ذلک نقضوا العھد ومزقوا الصحیفۃ التی کان فیھا العقد [2]۔

حُیَیّ بن اخطب بھی (جو رئیس الحاضر والبادی کہلاتا تھا اور بنی نضیر کا سردار تھا) رسول اللہ کا معاہد تھا، چنانچہ ابو عبید نے لکھا ہے: وحدثنا یزید عن ھشام عن الحسن قال: عاھد حُیَیّ بن اخطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان لا یظاھر علیہ احداً وجعل اللہ علیہ کفیلا۔ قال: فلما کان یوم

[1] کتاب الاموال ص ۱۶۷ [2] البدایۃ والنہایہ ص ۱۰۳

قریظة اُتِیَ به رسول الله صلی الله علیه وسلم وبابنه سلما فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اوفی الکفیل۔ بلاذری نے بھی یہ روایت انہی الفاظ اور اسناد کے ساتھ اپنی تاریخ میں لکھی ہے[1]۔

مذکورۂ بالا روایت میں حُیَیّ بن اخطب کے جس معاہدہ کا ذکر آیا ہے وہ کوئی اُس کا ذاتی و شخصی معاہدہ نہ تھا بلکہ اس سے بنی نضیر کا وہ عام معاہدہ مراد ہے جو اس نے رئیس بنی نضیر ہونے کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔ اسی لیے تو عبداللہ بن اُبَیّ وغیرہ کے ورغلانے پر جب وہ رسول اللہ سے عہد شکنی کا ارادہ کرنے لگا تو سلام بن مشکم اور عمرو بن سعد القرظی نے اس کو اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی کہ عہد شکنی میں ان کو سارے قبیلہ کی تباہی نظر آتی تھی، مختصر یہ کہ قریظہ بسیادت کعب بن اسد رسول اللہ کے معاہد بنے تھے اور بنی نضیر بریاست ابن اخطب قینقاع کے متعلق یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اپنے کس رئیس کے واسطہ سے رسول اللہ کے معاہد و موادع ہوئے تھے۔ ابن سعد کے طبقات میں صرف یہ لکھا ہے۔ فوادعوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم[2]۔ دیگر کتابوں میں عام عہد یہود کے ساتھ ان کا بھی نام آتا ہے چونکہ یہ مسلم و ثابت ہے کہ قریظہ اور بنی النضیر اپنے روساء کے واسطہ سے موادع رسول اللہ بنے تھے قیاس چاہتا ہے کہ وہ بھی اپنے کسی رئیس ہی کے واسطہ سے معاہد رسول ہوئے ہوں گے کہ یہی دنیا کا دستور رہا ہے۔

یہاں تک جو کچھ ہم نے بنی نضیر اور قریظہ کی موادعة کے باب میں سیرت ابن ہشام، ابوعبید کی کتاب الاموال، واقدی کی مغازی، بلاذری کی فتوح البلدان سے لکھا ہے وہ انہی کتابوں سے مخصوص نہیں۔ ابن سعد[2]، ابن جریر طبری[3]، ابن کثیر[4]، ابن قیم[5]، ابن اثیر[6] نے بھی اپنی کتابوں میں یہی لکھا ہے۔ اکثر نے روایت کے طریق پر ابن اسحٰق ہی کے الفاظ میں اور کسی نے باختصار اپنے لفظوں میں، مگر اس طرح کہ مطلب

---

[1] کتاب الاموال ص ۱۶۷ [2] طبقات ابن سعد، القسم الاول والجزء الثانی۔ ص ۲۱-۴۰-۴۱۔
[3] تاریخ طبری جلد سوم- ص ۳۷-۳۸-۴۶-۴۷-۵۰۔ [4] البدایة والنهایة المعروف بتاریخ ابن کثیر جلد ۴۔ ص ۱۰۳۔
[5] زاد المعاد، جلد اول ص ۳۲۷-۳۷۵ [6] التاریخ الکامل یا تاریخ ابن اثیر جلد ۲۔ ص ۶۷-۶۸-۷۱۔

ـب کا ایک ہے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی نہیں جس نے اپنے الفاظ میں معاہدۂ یہود کے لیے ایک ایک سے زیادہ دفعہ بینہ۔ وبینھم۔ نہ لکھا ہو اور کعب بن اسد اور حُیَیّ بن اخطب کو لفظاً یا معنیً اپنی اپنی قوم کا رئیس نہ کہا ہو۔ یہی حال ایک حد تک سمہودی کی وفاء الوفاء[1] کا ہے۔ اکمال اکمال المعلم میں بھی ابن اسحق کے یہ الفاظ موجود ہیں۔ حتی اتی (حُیَیّ بن اخطب) کعبَ بن اسدٍ صاحبَ عقد بنی قریظة وکان کعب قد عاهد رسول الله علی قومه

یہ عقلی اور نقلی ثبوت ہیں اس بات کے کہ نامۂ زیر بحث جو ان سب باتوں سے مبرّیٰ اور معرّیٰ ہے معاہدۂ حضور با یہود (اسرائیلی) نہیں۔ اس کے باوجود جو خلاف کا مدعی ہو اسے روایت و درایت سے ثابت کرنا چاہیے کہ یہی نامہ وہ معاہدہ ہے جو رسول اللہ اور تمام یہود میں ہوا تھا محض وادع، عاهد، کان لهم عهد جیسے الفاظ سے یہ کہہ دینا کہ نامۂ زیر بحث معاہدہ یا عهد موادعة نہیں تو اور کونسا ہے۔ اور جب اور کوئی نہیں ملتا تو یہی ہے سراسر روایت و درایت کے خلاف ہے۔

یہ روایات جو ابھی ہم نے قریظہ و بنی نضیر کے متعلق لکھیں ان سے ہمیں دو اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اولاً یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان اسرائیلی یہودی قبائل میں جو معاہدے ہوئے وہ باقاعدہ معاہدے تھے، یعنی رسول اللہ اور ان قبائل کے روساء کے مابین ہوئے تھے، دوسرے یہ کہ تاریخوں میں جہاں کہیں ان قبائل کے عہود و نقض عہود کا ذکر آتا ہے اس سے یہی معاہدے اور انہی کا نقض مراد ہوتا ہے۔ ولا غیر۔

اب تحقیق طلب یہ ہے کہ آیا نامۂ زیر بحث حضور اور یہود (یہود بنی اسرائیل، بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ) کا باہمی معاہدہ ہے (جیسا کہ جناب مولوی صاحب دعویٰ فرماتے ہیں) یا نہیں جیسا کہ ہم کہتے چلے آتے ہیں۔

---

[1] وفاء الوفاء ص ۲۱۶ - ۲۱۸ [2] اکمال اکمال المعلم۔ باب قریظہ والنضیر۔

(۱) زیر بحث نامۂ مبارک کا سر آغاز معاہدات کا سا نہیں، خود تمام معاہدات نبوی سے (جو پائے
جاتے ہیں، اور بہت سے راویوں سے مروی ہیں اور بعض اُن میں سے بروایت متصل و صحیح مروی ہیں
بالکل خلاف و مبائن ہے اُس میں اول سے آخر تک کہیں بھی کسی اسرائیلی قبیلہ یا اُس کے سردار کا
نام نہیں آتا۔ رسول اللہ اور یہود میں جو معاہدے ہوئے ان کے متعلق جا بجا بینہ و بینھم کے الفاظ آتے
ہیں اور نامۂ زیر بحث کے سر آغاز کے الفاظ ہیں کتاب من محمد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بین المومنین
والمسلمین من قریش ویثرب ومن تبعھم پھر یہ نامہ وہ معاہدہ کیسے ہو سکتا ہے جو حضور اور یہود میں ہوا
نیز اس نامہ میں یہود کی طرف سے عہد و میثاق ہی نہیں تو پھر ان کی طرف سے اس کے توڑنے کے بھی
کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔ اس میں اُس کی قبولیت کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔

(۲) کسی کا یہ کہنا "کہ بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ ہی مدینہ میں یہودیت کے امام تھے اور اصل
میں معاہدہ کا رخ انھی کی طرف تھا۔ اس لیے ان کو نام بنام ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی" محض ایک توجیہ
ہے جو نہ معقول ہے، نہ آج تک کسی سے منقول۔ اس لیے یہ توجیہ قابل قبول نہیں۔

(۳) ابن اسحٰق نے نامۂ مبارک کا جو عنوان لکھا ہے اور غالباً اس مکتوب کے عنوانوں میں اسے
سابقیت کا مرتبہ حاصل ہے اس سے نامۂ نامی کا حضور اور تمام یہود یثرب کا معاہدہ ہونا ثابت نہیں۔
وہ اس نامہ کو ایک تحریر کہتا ہے بین الانصار والمھاجرین جس میں حضور نے یہود کے ساتھ صلح و موادعۃ کا
اظہار کیا ہے۔ مگر خود ابن اسحٰق نے اس کی تفصیل نہیں کی کہ یہود سے کونسے یہودی مراد ہیں، اسرائیلی یا غیر
اسرائیلی یا دونوں۔ لفظ کا اطلاق چاہتا ہے کہ سبھی یہود مدینہ کے مراد ہوں۔ لیکن نامہ میں صرف غیر اسرائیلی
یہود کا مذکور ہے اور اسرائیلی یہود کا نام تک نہیں، اگر غیر اسرائیلی یہود کا نامہ میں ذکر نہ ہوتا، تو یہود سے سارے
یہود مدینہ کے مراد ہو سکتے تھے۔ موجودہ صورت میں یہ ممکن نہیں۔ اس کے لیے جو توجیہ پیش کی جاتی ہے وہ
نہ کسی روایت پر مبنی ہے اور نہ معقول کہ تسلیم کی جا سکے۔ اس کے باوجود بھی کوئی اسی نامہ کے معاہدۂ حضور

تمام یہود ہونے پر اصرار کرے اور کہے کہ ابن اسحٰق کی مُراد یہی ہے، تو خود ابن اسحٰق کے یہ الفاظ اس کے خلاف موجود ہیں وکان کعب قد عاھد رسول اللہ علیٰ قومہ۔ برخلاف اس کے اگر لفظ یہود سے تمام یہود مدینہ نہ لیں تو عنوان ابن اسحٰق کا بالکل صحیح رہتا ہے کہ غیر اسرائیلی یہود سے موادعۃ اس نامہ میں بہر حال مذکور ہے۔ یہی حال ابو عبید کے باندھے ہوئے عنوان کا سمجھیے والاصل یتبعہ الفرد۔

اگر کہا جائے جیسا کہ کہا گیا ہے (برہان مئی ۵۵ء ص ۳۴۹) "کہ فرض کرلو کہ نامۂ مبارک مسلمانوں کے حق میں اعلان شاہی تھا اور نامسلموں کے لیے دعوت شرکت بدفاع، اسی بنا پر ان کے حقوق و فرائض بھی اس نامہ میں بیان کر دیے گئے ہیں تاکہ نامسلموں میں سے جو شریک ہونا چاہے وہ شریک ہو جائے، اس صورت میں یہ تحریر ان شریک ہونے والوں کے لیے معاہدہ ہی کہلائیگی۔"

میرے نزدیک اس صورت میں یہ نامہ اگر کوئی اور معاہدہ عمل میں نہ آئے تو حکم میں معاہدہ کے نصف آجائیگا، معاہدہ پھر بھی نہیں ہوسکتا۔ لیکن جب کوئی باقاعدہ معاہدہ ہو جائے خواہ وہ کسی طرح سہی زبانی یا تحریری یہ نامہ یا اعلان کسی طرح معاہدہ کے حکم میں بھی نہیں آسکتا۔ چہ جائیکہ پھر بھی اس کو معاہدہ سمجھا جا سکے اس کے علاوہ اس صورت میں شریک ہونے اور ماننے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اتباع تا بجد جہاد کرے۔ جیسا کہ نامہ ہی میں بصراحت مذکور ہے۔ اور یہ کسی روایت سے ثابت نہیں کہ بنو قینقاع، بنو النضیر و قریظہ نے قولاً اس کا اقرار کیا ہو یا عملاً کبھی (معاہد بن کر) اسلامی جنگ و جہاد میں حصہ لیا ہو۔

(۴) جناب مولوی صاحب کا یہ دعویٰ بھی صحیح نہیں (برہان اپریل ص۳۲۷) "کہ اسرائیلی یہودی اوس خزرج کے حلیف تھے تب بھی مسلمانان اوس و خزرج کے تابع ہو کر زیر بحث نامہ کے تحت میں آتے ہیں" یہ اس لیے کہ نامہ ہی میں تا بجد جہاد کی شرط ہے جس کا کم از کم وعدہ تو ہونا چاہیے تھا۔ لیکن اس

یعنی یہی ایراد ہر اُس استناد پر وارد ہے جس میں کہا جائے کہ زیر بحث نامۂ مبارک ہی رسول اللہ اور تمام یہود مدینہ کا معاہدہ ہے خواہ وہ اسرائیلی ہوں یا غیر اسرائیلی۔

باب میں نہ ان کا وعدہ ثابت ہے نہ شرکت جہاد۔ نہ رسول اللہ کا یہ منشاء۔ اس کے علاوہ اوس و خزرج کے قد
حلف کی بنار پر تابہ حد جنگ شرکت بھی بر بنائے حلفِ اوس و خزرج ہی کہلا سکتی ہے نہ معاہد رسول ہونے
حیثیت سے خواہ صورت میں اختلاف نہ ہو حقیقت شرکت کی مختلف ہی رہیگی۔

(۵)، یہ بھی صحیح نہیں "کہ یہ (اسرائیلی) یہودی اگر نہ اوس و خزرج کے تابع تھے اور نہ من تبعھم وجاھد
معھم کے مصداق میں شامل، تو ان کا شمار فریق مخالف و محارب میں ہونا چاہیے تھا۔ حالانکہ ایسا نہیں
وجہ عدم صحت کی یہ ہے کہ یہودی موادع پھر بھی بن سکتے تھے، چنانچہ وہ موادع ہی بنے۔ محاربین میں
شمار اُس وقت ہو سکتا تھا کہ نہ وہ موادع بنتے اور نہ اتباع مسلماناں تا بحد جہاد اختیار کرتے۔

(۶)، بنو النضیر، قریظہ اور قینقاع کی نسبت نقض عہد ثابت ہے اگر نامہ زیر بحث ان کا اور رسول
کا باہمی عہدنامہ نہ تھا تو پھر عہد شکنی کیونکر ان کی طرف منسوب ہو سکتی ہے؟ انہوں نے یقیناً عہد شکنی کی گران
کی جو انہوں نے بریاست اپنے رؤسا کے رسول اللہ سے کیے تھے جن کا ثبوت روایات سے ہم دیکھ چکے
ان کے ملنے نہ ملنے کے ہم ذمہ وار نہیں۔ نامہ زیر بحث جب سرے سے عہدنامہ نہیں تو پھر اُس کا توڑ
خود ایک بے معنی بات ہے۔

(۷)، اکمال اکمال المعلم فی شرح مسلم کا حوالہ (برہان مئی ۱۹۴۰ء ص ۲۷۵) جناب مولوی صاحب
کے حق میں نہیں اس لیے کہ نامۂ زیر بحث بینہ وبین الیھود نہیں اور حوالہ کے الفاظ میں ہے بینہ و
الیھود۔ اور اس کی تائید میں کتاب میں روایت کے یہ الفاظ ملتے ہیں حتیٰ اتیٰ (حیی بن اخطب) کعب بن
اسد صاحب عقد بنی قریظة وکان کعب قد عاھد رسول اللہ علیٰ قومہ۔ فاین ھذا من ذالک

(۸)، عینی اور قسطلانی نے صحیح لکھا ہے (برہان اپریل ۱۹۴۰ء ص ۲۷۵) کہ رسول اللہ اور بنی نضیر
عقد موادعة تھا۔ اس کے متعلق میں لکھ چکا ہوں کہ رسول اللہ سے یہ معاہدہ ابن اخطب کی طرف سے
ہوا تھا۔ اور یہ بھی کہ وہ کس طرح ٹوٹا، نامۂ زیر بحث رسول اللہ اور ابن اخطب کا معاہدہ تو نہیں، کہ جنا

...ی صاحب اس کو عقد موادعۃ فیما بین کے طور پر پیش کر سکیں ۔ یہی حال اس حوالہ کا ہے جو جناب ...ی صاحب نے حافظ ابن حجر کا فتح الباری شرح بخاری سے نقل فرمایا ہے ۔ یہ حوالہ مخبر ہے اس امر کا کہ بنو ...نقاع، بنو النضیر اور قریظہ تینوں قبیلے موادع رسول تھے، مگر نہ نامۂ زیر بحث میں ان تینوں قبیلوں کا ...آیا ہے نہ حافظ ابن حجر نے یہ بات نامۂ زیر بحث کے کسی جملہ سے استنباط کی ہے ۔ وہ ایک تاریخی ...قت ہے جس کو آپ نے بیان کر دیا ہے اور بس اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ نامۂ زیر بحث ہی ان ...کا موادعۃ نامہ ہے ۔

غرض جو نقول جناب مولوی صاحب نے یہاں تک محدثین اور ارباب سیر کے کلام سے ...کی ہیں (برہان اپریل ۱۹۶۸ء ص ۲۷۶) ان سے یا ان میں سے کسی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کی ...معاہدۂ یہود سے یہی معاہدہ (نامہ) زیر بحث ہے ۔ ہاں اس نامۂ مبارک کو ان میں سے اگر کسی نے ...ایت کیا ہے تو ابن اسحٰق ہی سے روایت کیا ہے لیکن یہ تصریح نہ ابن اسحٰق نے کی ہے نہ ان اکابر ...سے کسی نے کہ رسول اللہ اور تمام یہود مدینہ (یا بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ) میں جو معاہدہ ہوا تھا ...ی نامہ ہے ۔

(۹) بنو قینقاع، بنو النضیر اور قریظہ کے ساتھ رسول اللہ کا عہد موادعۃ قائم ہو جانے کے باوجود ...ان کا سابق حلف اوس اور خزرج سے بدستور قائم تھا ۔ جناب مولوی صاحب قائل ہیں کہ عہد ...عۃ کے بعد ان قبائل اور اوس و خزرج کے سابقہ حلف کا خاتمہ ہو گیا تھا (برہان اپریل ۱۹۶۸ء ص ۲۷۷) ...ت میں یہ صحیح نہیں ۔ سیرت ابن ہشام میں ہے " لما حاربت بنو قینقاع رسول اللہ صلی اللہ ...وسلم تشبث بأمرهم عبد الله بن أبي بن سلول وقام دونهم قال: فمشى عبادة بن الصامت ...سول الله صلى الله عليه وسلم وكان احد بني عوف - لهم من حلفه مثل الذى لهم من ...الله بن أبي فخلعهم الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وبرئ الى الله عز وجل والى رسوله الخ

بنو قینقاع رسول اللہ سے معرکہ آرا ہونے کے بعد گرفتار بھی ہو چکے مگر عبادہ اب تک ان کے حلیف
تھے۔ عبداللہ بن ابی کی حرکات کو دیکھ کر جوش آیا تو حلف توڑا۔ اسی طرح قبیلہ اوس جو قریظہ کا حلیف تھا
قرظیوں کے گرفتار ہو کر رسول اللہ کے سامنے لائے جانے کے وقت تک ان کا حلیف بنا رہا۔ اسی
پر اُس نے رسول اللہ سے التجا کی کہ حضور نے عبداللہ کی کہنے پر بنو قینقاع کی جاں بخشی کر دی تھی، قریظہ
ہمارے حلیف ہیں اور ہم سے سفارش چاہتے ہیں ان کی بھی جاں بخشی فرمائیے کہ ہماری عزت افزائی
کا موجب ہوگا۔[۱]

یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اوس نے یہ درخواست حلف سابق کی بنا پر کی ہوگی، اگر ایسا ہوتا تو عبادہ
توبہ اور حلف سے ابراء کیوں کرتے۔ بقائے حلف کی بنا ہی پر تو عبداللہ بن اُبی اور اُس کے رفقاء کے
بھاگ آنے پر بعض انصار نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ حکم ہو تو ہم اپنے حلفاء بنی نضیر اور قریظہ
کو بلا لیں وہ جنگ میں ہماری مدد کرینگے۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا تھا نہیں ہمیں ان کی حاجت نہیں۔
ظاہر ہے کہ رسول اللہ کا یہ ارشاد بھی نامہ نامی کی بعض شروط کے خلاف جاتا ہے۔ کما لا یخفیٰ۔

---

[۱] حاشیہ سیرت ابن ہشام بر الروض الانف ص ۱۱۷۔